

ادبیت

صبح کربلا

از جناب صبا صاحبہ متھراوی فاضل ادب

خالق الاصباح نے قائم کیا پھر اک نظام	ہو چکی جب بزمِ ہستی میں نمودِ صبح و شام
ہر سحر کو دے کے بھیجا اک پیامِ سرخوشی	صبح کے پردے میں نکلی مُسکراتی زندگی
ہر سحر آئی سکوں کی لہر دوڑاتی ہوئی	جھومتی ہنستی ہنساتی نور پھیلاتی ہوئی
ہر سحر کی گود میں تھا مسکراتا آفتاب	مسکراتا آفتاب اور جگمگاتا آفتاب
ہر سحر لیتی ہوئی آئی نئی انگڑائیاں	لوٹنے والوں نے لوٹیں خوب ہی رعنائیاں
ہر سحر کو دیکھ کر غنچے کھلے کلیاں ہنسیں	باغِ جہکے پھول نکھرے کھیتیاں پھولیں پھلیں
ہر سحر کے خیر مقدم اور آمد کے لئے	چہچہہ کرتے ہوئے طائر ہواؤں میں اڑے
ہر سحر نے اہل عالم کو دیا نورِ حیات	ہر سحر سے جگمگاتی بساطِ کائنات

اک سحر ایسی بھی لیکن قسمتِ عالم میں تھی

جس کی ہر کروٹ ملوثِ ظلمتِ ماتم میں تھی

وہ سحر اندھی سحر بے نور و بے جلوہ سحر	پسکی پسکی سانولی بے حُسن بے رتبہ سحر
وہ سحر غمگین سحر پردرد و پردہ ماتم سحر	غمزدہ رودتی رُلاقی صورتِ شبنم سحر
وہ سحر ڈرتی لرزتی کانپتی مضطر سحر	بے مقام و بے وطن غربت زدہ بے دگر سحر
وہ سحر نکلی گریاں چاک گھبراتی ہوئی	کپکپاتی تھر تھراتی اور شرماتی ہوئی

منتشر نظریں پریشاں ہوش اور صورت اداں
 چاک دامن خاک بر سر، خون آلودہ نگاہ
 سر پر بہ خونفشاں خونبار سو بچ در کنار
 ہر ادا ظلمت فشاں، ظلمت نشاں ظلمت اثر
 جسم پر پہننے ہوئے پیرا ہن جنگے فساد
 وہ سحر مہجانے آئی گلشن زہر کے پھول
 حسرتوں کا خون سر پر پرخ پر گرد بہم ویاس
 ہر نفس بے ضبط و بے آئین ہر صورت تباہ
 بے کفن، بے روح، بے جاں یک نعلش بے مزار
 بھیس میں تھی صبح کے محروم جلوں سے مگر
 شورش و شرکا گر بہاں دامن بغض و عناد
 خاک میں جس نے ملائے دامن زہر کے پھول

اک ردائے باقی ہر سو فلک پر چھا گئی

شام کے میدان میں صبح قیامت آگئی

کائنات شب پہ پہلے تو پڑی گرد زوال
 پھر افق سے باہر آیا سر خمیدہ آفتاب
 ہر کرن چمن چمن کے دامن نظریں یوں چھبی
 جھپٹے میں ہو گیا بار نظر آب رواں
 طاروں کے چہچہے پھیلے فضا اندر فضا
 ہر طرف آئے نظریوں نخل رنگیں منتشر
 جھپٹے میں اک طرف کچھ دھندلے خیوں کے نشاں
 اک طرف ڈیرے قناتیں شامیانے بحساب
 اک طرف موعبادت اک گرد وہ مختصر
 اک طرف محو شرارت دشمنان نابکار
 اک طرف نینبے سانیں تیر اور تیغوں کی باڑ
 چاند پھیکا پڑ گیا اور ہو گئے تارے بڑھال
 جیسے کانے کا پیالہ جیسے پتھر درہ گلاب
 جیسے تیروں کی سناں ہو جیسے نیروں کی انی
 ڈبڑا بانی آنکھ میں ہوں جیسے کچھ آنسو عیاں
 مرثیہ خواں جیسے کوئی پڑھ رہا ہو مرثیہ
 راہ بھولا قافلہ جیسے کوئی محو سفر
 کچھ بگولے جیسے جائیں اڑ کے سوئے آسماں
 آرہے ہوں دیو جیسے ڈال کر منہ پر نقاب
 چاند کے ہمراہ تارے جیسے ہنگام محسّر
 بھیر ٹیوں کے غول جیسے، جیسے چیتوں کی قنّاء
 دشت میں ہوں جس طرح دامن نشاں غلوں کے جھاڑ

اک طرف خاورِ رُخاں گلشنِ ختمی آب جیسے ظلمت میں ستارے صیوکاٹوں میں گلاب
 اک طرف گنتی کے پیدل لاکھوں گھوڑوں اک طرف قدسیوں کے سامنے ہوں دیو جیسے صف بصف
 اس سحر نے زندگی کا رخ بدل ڈالا تمام ہو گیا زیرِ وزیرِ حق اور باطل کا نظام

ملتِ کبریٰ کا ایوان اس نے سونا کر دیا

اس سحر نے بزمِ عالم میں اندھیرا کر دیا

قذیری

از جناب آلم صاب مظفر نگری

آں سلک لالی کہ بداماں بفروشم حاشا بقیص تو صد ارزاں بفروشم
 حائل نشود گر اثرِ فطرت بلسل دردشت جنوں فصل بہاراں بفروشم
 زہار بہ سنبیلِ ندرہم از چینِ عشق بوئے کہ بگیسوئے پریشاں بفروشم
 ترسم کہ مذاقِ تپشم فاش نہ گردد ہر گاہ کہ سرمایہ ہجراں بفروشم
 قاتلِ خلشِ درد اگر در صلہ دارد ہرزخمِ محبت یہ نمکداں بفروشم
 بلقیس من آمدل خوش کام جلو سے بر نیز کہ تاملک سلیمان بفروشم
 اے کاش کند رحمتِ عام تو پندیرا اے کاش کہ من دفترِ عصیاں بفروشم

ہشیارِ الم تا بہ جہنم شبِ ہجراں

یک شعلہ آہ شررافتاں بفروشم